

تَأْتِيهِمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيهِمْ السَّاعَةُ بَعْتَهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١﴾ قُلْ هُنَّا هُنَّا سَيِّلُوا أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ فَفَعَلُوا بِصَيْرَةً أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٢﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَى طَافَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظَرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَأُرُوا لِلْآخِرَةِ خَيْرُ الَّذِينَ اتَّقَوْا طَافَلَ تَعْقِلُونَ ﴿٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَسْتَيْئَسَ الرَّسُولُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا

[۷۷] تم خدا کے عذاب کی کوئی بلا انھیں دبوچ نہ لے گی یا بے خبری میں قیامت کی گھڑی اچاک اک ان پر نہ آ جائے گی؟، [۷۸] تم ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلا تا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے [۷۹] اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

[۷۸] اے نبی تم سے پہلے ہم نے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی انسان ہی تھے، اور انہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے، اور انہی کی طرف ہم وہی بھیجتے رہے ہیں۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان قوموں کا انعام انھیں نظرنا آیا جوان سے پہلے گزر چکی ہیں؟ یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے اور زیادہ بہتر ہے جنھوں نے (پیغمبروں کی بات مان کر) تقویٰ کی روشن اختیار کی۔ کیا بھی تم لوگ نہ سمجھو گے؟ [۷۹] (پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ وہ مدتوں نصیحت کرتے رہے اور لوگوں نے سن کر نہ دیا) یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ ان سے

[۷۷] اس سے مقصود لوگوں کو چونکا ہے کہ فرصت زندگی کو دراز سمجھ کر اور حال کے امن کو دائم خیال کر کے فکر ممال کو کسی آنے والے وقت پر نہ ٹالو۔ کسی انسان کے پاس بھی اس امر کے لیے کوئی ضمانت نہیں ہے کہ اس کی مہلت حیات فلاں وقت تک یقیناً باقی رہے گی۔ لہذا کچھ فکر کرنی ہو تو ابھی کرلو۔

[۷۸] یعنی ان باتوں سے پاک جو اس کی طرف منسوب کی جا رہی ہیں۔ ان نقائص سے پاک جو ہر مشرکانہ عقیدے کی بنا پر لازماً اس کی طرف منسوب ہوتی ہیں، ان عیوب اور خطاؤں اور برائیوں سے پاک جن کا اس کی طرف منسوب ہونا شرک کا منطقی نتیجہ ہے۔

[۷۹] یہاں ایک بڑے مضمون کو دو تین جملوں میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ اس کو اگر کسی تفصیلی عبارت میں بیان کیا جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے: ”یوگ تھاری بات کی طرف اس لیے توجہ نہیں کرتے کہ جو شخص کل ان کے شہر میں پیدا ہوا اور انہی کے درمیان بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوا اس کے متعلق یہ کیسے مان لیں کہ یہاں ایک ایک روز خانے اسے اپنا سفیر مقرر کر دیا۔ لیکن یہ کوئی انوکھی بات

جَاءَهُمْ نَصْرًا لَا فَنِيَّةَ مِنْ نَشَاءٍ وَلَا يُرَدُّ بِأُسْنَاتِعِنَ الْقَوْمِ
 الْمُجْرِمِينَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِلْأَنْبَابِ
 مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلِكُنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ
 وَتَقْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِلْقَوْمِ يُؤْمِنُونَ ۝

جھوٹ بولا گیا تھا، تو یا کیک ہماری مددغیروں کو پہنچ گئی۔ پھر جب ایسا موقع آ جاتا ہے تو ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جسے ہم چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں اور مجرموں پر سے تو ہمارا اعذاب نالا ہی نہیں جاسکتا۔

اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل [۸۰] اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

نہیں ہے جس سے آج دنیا میں کہلی مرتبہ انہی کو سابقہ پیش آیا ہو۔ اس سے پہلے بھی خدا اپنے نبی مسیح چکا ہے اور وہ سب بھی انسان ہی تھے۔ پھر یہ بھی نہیں ہوا کہ اچانک ایک اجنبی شخص کسی شہر میں نمودار ہو گیا ہو اور اس نے کہا ہو کہ میں پیغمبر بن کر بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ جو لوگ بھی انسانوں کی اصلاح کے لیے اٹھائے گئے وہ سب ان کی اپنی ہتھیں کے رہنے والے تھے۔ مسیح، موسیٰ، ابراہیم، نوح (علیہم السلام) آخر کون تھے؟ اب تم خود ہی دیکھ لو کہ جن قوموں نے ان لوگوں کی دعوت اصلاح کو قبول نہ کیا اور اپنے بے بنیاد تخلیقات اور بے لگام خواہشات کے پیچھے چلتی رہیں ان کا انجام کیا ہوا۔ تم خود اپنے تجارتی سفروں میں عاد، ثمود، مدين، اور قوم لوط وغیرہ کے تباہ شدہ علاقوں سے گزرتے رہے ہو۔ کیا وہاں کوئی سبق تمہیں نہیں ملا؟ یہ انجام جوانہوں نے دنیا میں دیکھا، یہی تو خرد رے رہا ہے کہ عاقبت میں وہ اس سے بدتر انجام دیکھیں گے۔ اور یہ کہ جن لوگوں نے دنیا میں اپنی اصلاح کر لی وہ صرف دنیا ہی میں اچھے نہ رہے، آخرت میں ان کا انجام اس سے بھی زیادہ بہتر ہو گا۔“

[۸۰] یعنی ہر اس چیز کی تفصیل جو انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ضروری ہے۔ بعض لوگ ”ہر چیز کی تفصیل“ سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں اور پھر ان کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جملگات اور طلب اور ریاضتی اور دوسری علوم و فنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی اور کچھ دوسرے لوگ زبردستی ہرن کی تفصیل قرآن سے نکالنے لگتے ہیں۔

الرَّعْدُ

نام

آیت نمبر ۱۳ کے فقرے و پسیخ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلِكَةُ مِنْ حَيْثِهِ کے لفظ الرَّعْد کو اس سورۃ کا نام قرار دیا گیا ہے۔ اس نام کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سورۃ میں بادل کی گرج کے مسئلے سے بحث کی گئی ہے، بلکہ یہ صرف علامت کے طور پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ وہ سورۃ ہے جس میں لفظ الرَّعْد آیا ہے، یا جس میں رعد کا ذکر آیا ہے۔

زمانہ نزول

رکوع ۲۳ اور رکوع ۶ کے مضمایں شہادت دیتے ہیں کہ یہ سورۃ بھی اسی دور کی ہے جس میں سورۃ یونس، ہود، اور اعراف نازل ہوئی ہیں، یعنی زمانہ قیام مکہ کا آخری دور۔ انداز بیان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی ﷺ کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے ایک مدت دراز گزر چکی ہے، مخالفین آپ کو زک دینے اور آپ کے مشن کو ناکام کرنے کے لیے طرح طرح کی چالیں چلتے رہے ہیں، مومنین بار بار تمذیں کر رہے ہیں کہ کاش کوئی مجوزہ دکھا کر ہی ان لوگوں کو راہ راست پر لایا جائے، اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھا رہا ہے کہ ایمان کی راہ دکھانے کا یہ طریقہ ہمارے ہاں راجح نہیں ہے اور اگر دشمنان حق کی رسی دراز کی جا رہی ہے تو یہ ایسی بات نہیں ہے جس سے تم گھبراٹھو۔ پھر آیت ۳۱ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بار بار کفار کی ہٹ دھرمی کا ایسا مظاہرہ ہو چکا ہے جس کے بعد یہ کہنا بالکل بجا معلوم ہوتا ہے کہ اگر قبروں سے مردے بھی اٹھ کر آ جائیں تو یہ لوگ نہ مانیں گے بلکہ اس واقعہ کی بھی کوئی نہ کوئی تاویل کرڈیں گے۔ ان سب باتوں سے یہی گمان ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہو گی۔

مرکزی مضمون

سورۃ کامدہ عا پہلی ہی آیت میں پیش کر دیا گیا ہے، یعنی یہ کہ جو کچھ محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں وہی حق ہے، مگر یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ اسے نہیں مانتے۔ ساری تقریر اسی مرکزی مضمون کے گرد گھومتی ہے۔ اس سلسلے میں بار بار مختلف طریقوں سے توحید، معاد اور رسالت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے، ان پر ایمان لانے کے اخلاقی و روحانی فوائد سمجھائے گئے ہیں، ان کو نہ ماننے کے نقصانات بتائے گئے ہیں، اور یہ ذہن نشین کیا گیا ہے کہ کفر سراسراً ایک حماقت اور جہالت ہے۔ پھر چونکہ اس سارے بیان کا مقصد محض دماغوں کو مطمئن کرنا ہی نہیں ہے، دلوں کو ایمان کی طرف کھینچنا بھی ہے، اس لیے نہے منطقی استدلال سے کام

نہیں لیا گیا ہے بلکہ ایک ایک دلیل اور ایک ایک شہادت کو پیش کرنے کے بعد تحریر کر طرح طرح سے تجویف، تہذیب، ترغیب اور مشقانہ تلقین کی گئی ہے تا کہ نادان لوگ اپنی گمراہانہ ہست دھرمی سے بازا آ جائیں۔

دوران تقریر میں جگہ جگہ مخالفین کے اعتراضات کا ذکر کیے بغیر ان کے جوابات دیے گئے ہیں، اور ان شبہات کو رفع کیا گیا ہے جو محمد ﷺ کی دعوت کے متعلق لوگوں کے دلوں میں پائے جاتے تھے یا مخالفین کی طرف سے ڈالے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ اہل ایمان کو بھی، جو کئی برس کی طویل اور سخت جدوجہد کی وجہ سے تھککے جا رہے تھے اور بے چینی کے ساتھ نیبی امداد کے منتظر تھے، تسلی دی گئی ہے۔

۲۳

(١٣) سُورَةُ الْرَّعْدِ مِنْ آيَاتِهَا ٦ (٩٤)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْهَرَقْفَ تِلْكَ آيَتُ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ
 وَلِكُنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ ۗ أَللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ
 عَمَدٍ تَرَوُنَهَا ثُمَّ أَسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اللَّهُ كَنَام سے جو بے انتہا مہربان اور حرم فرمانے والا ہے۔

اہل، م، ر۔ یہ کتاب الہی کی آیات ہیں، اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ میں حق ہے، مگر (تمہاری قوم کے) اکثر لوگ مان نہیں رہے ہیں [۱]۔

وَهُوَ اللَّهُ الْحَقُّ ۖ ۗ جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں [۲]، پھر وہ اپنے تحنت سلطنت پر جلوہ فرمایا [۳] اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا [۴]۔

[۱] یہ سورے کی تبہید ہے جس میں مقصود کلام کو چند لفظوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ روئے ختن نبی ﷺ کی طرف ہے اور آپ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی، تمہاری قوم کے اکثر لوگ اس تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ اسے ہم نے تم پر نازل کیا ہے اور یہی حق ہے خواہ لوگ اسے مانیں یا نہ مانیں۔ اس مختصری تبہید کے بعد اصل تقریر شروع ہو جاتی ہے جس میں منکرین کو یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ تعلیم کیوں حق ہے اور اس کے بارے میں ان کا رویہ کس قدر غلط ہے۔ اس تقریر کو سمجھنے کے لیے ابتداء ہی سے یہ پیش نظر ہنا ضروری ہے کہ نبی ﷺ اس وقت جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے تھے وہ تین بندیاں با توں پر مشتمل تھی۔ ایک یہ کہ خدائی پوری کی پوری اللہ کی ہے اس لیے اس کے سوا کوئی بندگی و عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسرا زندگی ہے جس میں تم کو اپنے اعمال کی جواب دی کرنی ہوگی۔ تیسرا یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور جو کچھ پیش کر رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدائی کی طرف سے پیش کر رہا ہوں۔ یہی تین باتیں ہیں جنہیں مانے سے لوگ انکار کر رہے تھے، انہی کو اس تقریر میں بار بار طریقے طریقے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور انہی کے متعلق لوگوں کے شہادات و اعتمادات کو رفع کیا گیا ہے۔

[۲] بالفاظ دیگر آسمانوں کو غیر مرمی سہاروں پر قائم کیا۔ بہ طاہر کوئی چیز فضائے بسیط میں الی نہیں ہے جوان بے حد و حساب اجرام فلکی کو تھامے ہوئے ہو۔ مگر ایک غیر محسوس طاقت ایسی ہے جو ہر ایک کو اس کے مقام و مدار پر روکے ہوئے ہے اور ان عظیم اشان اجسام کو زمین پر یا ایک دوسرے پر گرنے نہیں دیتی۔

[۳] اس کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ اعراف، جا شیہ ۲۱۔ مختصر ایہاں اتنا اشارہ کافی ہے کہ عرش (سلطنت کائنات کے مرکز) پر اللہ تعالیٰ کی جلوہ فرمائی کو جگہ جگہ قرآن میں جس غرض کے لیے بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے اس کائنات کو صرف پیدا ہی نہیں کر دیا ہے بلکہ وہ آپ ہی اس سلطنت پر فرماں روائی کر رہا ہے۔ یہ جہاں ہست و بود کوئی خود بخود چلنے والا کارخانہ نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے جاہل خیال کرتے ہیں، اور نہ مختلف خداوں کی آماج گاہ ہے، جیسا کہ بہت سے دوسرے جاہل سمجھے بیٹھے ہیں، بلکہ یہ ایک باقاعدہ نظام ہے جسے اس کا پیدا کرنے والا خود چلا رہا ہے۔

[۴] یہاں یہ امر وظر ہنا چاہیے کہ مخاطب وہ قوم ہے جو اللہ کی ہستی کی مکر رنجی، نہ اس کے خالق ہونے کی مکر رنجی، اور نہ یہ گمان

**كُلِّ يَجْرِي لِاجْلِ فُسْسَىٰ طَوْدِرُ الْأَمْرِ فَصِلُ الْأَلَيْتِ لَعَلَّكُمْ
بِلِقَاء رَيْكُمْ تُوقِنُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا**

اس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقت مقرر تک کے لیے چل رہی ہے، [۵] اور اللہ ہی اس سارے کام کی تدبیر فرم رہا ہے۔ وہ نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے، [۶] شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو [۷] اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلائ کی

رکھتی تھی کہ یہ سارے کام جو یہاں بیان کیے جا رہے ہیں، اللہ کے سوا کسی اور کے ہیں۔ اس لیے بجائے خود اس بات پر دلیل لانے کی ضرورت نہ تھی گئی کہ واقعی اللہ ہی نے آسمانوں کو قائم کیا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو ایک ضابطے کا پابند بنایا ہے۔ بلکہ ان واقعات کو جنہیں مخاطب خود ہی مانتے تھے، ایک دوسری بات پر دلیل قرار دیا گیا ہے، اور وہ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس نظام کا نات میں صاحب اقتدار نہیں ہے جو معمود قرار دیے جانے کا مستحق ہو۔ رہایہ سوال کہ جو شخص سرے سے اللہ کی ہستی کا اور اس کے خالق و مبدہ ہونے ہی کا قائل نہ ہو اس کے مقابلے میں استدلال کیسے مفید ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کے مقابلے میں تو حید کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل دیتا ہے وہی دلائل ملاحدہ کے مقابلے میں وجود باری کے اثبات کے لیے بھی کافی ہیں۔ تو حید کا سارا استدلال اس بیان پر قائم ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک ساری کائنات ایک مکمل نظام ہے اور یہ پورا نظام ایک زبردست قانون کے تحت چل رہا ہے جس میں ہر طرف ایک ہمہ گیر اقتدار، ایک بے عیب حکمت، اور بے خطا عالم کے آثار نظر آتے ہیں۔ یہ آثار جس طرح اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نظام کے بہت سے فرماں روائیں ہیں، اسی طرح اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس نظام کا ایک فرماں روایہ۔ نظم کا تصور ایک ناظم کے بغیر، قانون کا تصور ایک حکمران کے بغیر، حکمت کا تصور ایک حکیم کے بغیر، علم کا تصور ایک عالم کے بغیر، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خلق کا تصور ایک خالق کے بغیر صرف وہی شخص کر سکتا ہے جوہت دھرم ہو، یا پھر وہ جس کی عقین ماری گئی ہو۔

[۵] یعنی یہ نظام صرف اسی امر کی شہادت نہیں دے رہا ہے کہ ایک ہمہ گیر اقتدار اس پر فرماں روایہ اور ایک زبردست حکمت اس میں کام کر رہی ہے، بلکہ اس کے تمام اجزاء اور ان میں کام کرنے والی ساری قوتیں اس بات پر بھی گواہ ہیں کہ اس نظام کی کوئی چیز غیر فانی نہیں ہے۔ ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے جس کے اختتام تک وہ چلتی ہے اور جب اس کا وقت آن پورا ہوتا ہے تو مٹ جاتی ہے۔ یہ حقیقت جس طرح اس نظام کے ایک ایک جز کے معاملے میں صحیح ہے اسی طرح اس پورے نظام کے بارے میں بھی صحیح ہے۔ اس عالم طبعی کی مجموعی ساخت یہ بتاری ہے کہ یہ ابدی و سرمدی نہیں ہے، اس کے لیے بھی کوئی وقت ضرور مقرر ہے جب یہ تم ہو جائے گا اور اس کی جگہ کوئی دوسرے عالم برپا ہو گا۔ لہذا قیامت جس کے آنے کی خبر دی گئی ہے، اس کا آنا مستعد نہیں بلکہ نہ آنا مستعد ہے۔

[۶] یعنی اس امر کی نشانیاں کہ رسول خدا جن حقیقوں کی خبر دے رہے ہیں وہ فی الواقع چیزیں حقیقیں ہیں۔ کائنات میں ہر طرف ان پر گواہی دینے والے آثار موجود ہیں۔ اگر لوگ انکھیں کھول کر دیکھیں تو انہیں نظر آ جائے کہ قرآن میں جن جن باتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے زمین و آسمان میں چھیلے ہوئے بے شمار نشانات ان کی تصدیق کر رہے ہیں۔

[۷] اوپر جن آثار کائنات کو گواہی میں پیش کیا گیا ہے ان کی یہ شہادت تو بالکل ظاہر و باہر ہے کہ اس عالم کا خالق و مبدہ ایک ہی ہے، لیکن یہ بات کہ موت کے بعد دوسری زندگی، اور عدالت الٰہی میں انسان کی حاضری، اور جزا اوزرا کے متعلق رسول اللہ نے جو خبریں دی ہیں ان کے برعکس ہونے پر بھی یہی آثار شہادت دیتے ہیں، ذرا مخفی ہے اور زیادہ غور کرنے سے سمجھ میں آتی ہے۔ اس لیے پہلی حقیقت

**رَوَاسِيَ وَأَنْهَرًا طَوْمِنْ كُلِّ الشَّهَارَتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
يُغْشِي الْيَلَّ الْتَّهَارَ طَرَانَ فِي ذَلِكَ لَأْيَتِ لِقَوْمٍ سَيِّقَرُونَ ۚ ۳**

ہے، اس میں پہاڑوں کے کھونے گاڑ کے ہیں اور دیا بہادیے ہیں۔ اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ [۸] ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

پر متنبہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی، کیونکہ سننے والا شخص دلائل کوں کرہی سمجھ سکتا ہے کہ ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ البتہ وسری حقیقت پر خصوصیت کے ساتھ متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین بھی تم کو انہی نشانیوں پر غور کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

ذکورہ بالانشانیوں سے آخرت کا ثبوت و طرح سے ملتا ہے:

ایک یہ کہ جب ہم آسمانوں کی ساخت اور عرش و قمر کی تحریر پر غور کرتے ہیں تو ہمارا دل یہ شہادت دیتا ہے کہ جس خدا نے عظیم الشان اجرام فلکی پیدا کیے ہیں، اور جس کی قدرت اتنے بڑے بڑے کروں کو فضا میں گردش دے رہی ہے، اس کے لیے نوع انسانی کو موت کے بعد دوبارہ پیدا کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ اسی نظام فلکی سے ہم کو یہ شہادت بھی ملتی ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کمال درجے کا حکیم ہے، اور اس کی حکمت سے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ انسان کو ایک ذی عقل و شعور اور صاحب اختیار و ارادہ مخلوق بنانے کے بعد، اور اپنی زمین کی بے شمار چیزوں پر تصرف کی قدرت عطا کرنے کے بعد، اس کے کارنامہ زندگی کا حساب نہ لے، اس کے ظالموں سے باز پرس اور اس کے مظلوموں کی دادرسی نہ کرے، اس کے نیکوکاروں کو جزا اور اس کے بدکاروں کو سزا نہ دے، اور اس سے بھی یہ پوچھتے ہی نہیں کہ جو بیش قیمت امانتیں میں نے تیرے پر دی تھیں ان کے ساتھ تو نے کیا معاملہ کیا۔ ایک اندھارا جو بے شک اپنی سلطنت کے معاملات اپنے کار پر داڑوں کے حوالے کر کے خواب غفلت میں سرشار ہو سکتا ہے، لیکن ایک حکیم و دانا سے اس غلط بخشی و تغافل کیشی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح آسمانوں کا مشاہدہ ہم کو نہ صرف آخرت کے امکان کا قابل کرتا ہے، بلکہ اس کے وقوع کا یقین بھی دلاتا ہے۔

[۸] اجرام فلکی کے بعد عالم ارضی کی طرف توجہ لائی جاتی ہے اور یہاں بھی خدا کی قدرت اور حکمت کے نشانات سے انہی دنوں حقیقتوں (توحید اور آخرت) پر استہاد کیا گیا ہے جن پر بھپلی آیات میں عالم سماوی کے آثار سے استہاد کیا گیا تھا۔ ان دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اجرام فلکی کے ساتھ زمین کا تعلق، زمین کے ساتھ سورج اور چاند کا تعلق، زمین کی بے شمار مخلوقات کی ضرورتوں سے پہاڑوں اور دریاؤں کا تعلق، یہ ساری چیزیں اس بات پر کھلی شہادت دیتی ہیں کہ ان کو نہ تو الگ الگ خداوں نے بنایا ہے اور نہ مختلف با اختیار خدا ان کا انتظام کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان سب چیزوں میں باہم اتنی مناسبتیں اور ہم آہنگیاں اور موافقیں نہ پیدا ہو سکتی تھیں اور نہ مسلسل قائم رہ سکتی تھیں۔ الگ الگ خداوں کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ مل کر پوری کائنات کے لیے تحقیق و تدبر کا ایسا منصوبہ بنایتے جس کی ہر چیز زمین سے لے کر آسمانوں تک ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کھاتی چلی جائے اور کبھی ان کی مصلحتوں کے درمیان تصادم واقع نہ ہونے پائے۔

(۲) زمین کے اس عظیم الشان کرے کا فضائے بسیط میں متعلق ہونا، اس کی سطح پر اتنے بڑے بڑے پہاڑوں کا ابھرا نا، اس کے سینے پر ایسے ایسے زبردست دریاؤں کا جاری ہونا، اس کی گود میں طرح طرح کے بے حد و حساب درختوں کا پھلانا، اور یہاں انتہائی باقاعدگی کے ساتھ رات اور دن کے دو نیز آثار کا طاری ہونا، یہ سب چیزیں اس خدا کی قدرت پر گواہ ہیں جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ ایسے قادر مطلق کے متعلق یہ گمان رہا کہ وہ انسان کو مر نے کے بعد دوبارہ زندگی عطا نہیں کر سکتا، عقل و دانش کی نہیں، حماقت و بلا دلت کی دلیل ہے۔

فِي الْأَرْضِ قَطْعٌ مُّتَجُوْرٌ وَجَلْتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَتَحْيِيلٌ
صُوَانٌ وَغَيْرُ صُوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاجِدٌ فَوَنْفِضُ بَعْضَهَا
عَلَى بَعْضٍ فِي الْأُكْلِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ⑥

اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں [۹] انگور کے باعث ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکھرے ہیں اور کچھ دوسرے [۱۰] سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنادیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں [۱۱]

(۳) زمین کی ساخت میں، اس پر پہاڑوں کی پیدائش میں، پہاڑوں سے دریاؤں کی روائی کا انتظام کرنے میں، پھلوں کی ہر قسم میں دو دو طرح کے پھل پیدا کرنے میں، اور رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات باقاعدگی کے ساتھ لانے میں جو بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پائی جاتی ہیں وہ پکار پکار کر شہادت دے رہی ہیں کہ جس خدا نے تخلیق کا نقشہ بنایا ہے وہ کمال درجے کا حکیم ہے۔ یہ ساری چیزیں خبر دیتی ہیں کہ یہ نہ تو کسی بے ارادہ طاقت کی کارفرمائی ہے اور نہ کسی کھلنڈرے کا کھلونا۔ ان میں سے ہر ہر چیز کے اندر ایک حکیم کی حکمت اور اپنا باغ حکمت کام کرتی نظر آتی ہے۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد صرف ایک نادان ہی ہو سکتا ہے جو یہ گمان کرے کہ زمین پر انسان کو پیدا کر کے اور اسے ایسی ہنگامہ آرائیوں کے موقع دے کر وہ اس کو یونہی خاک میں گم کر دے گا۔

[۹] یعنی ساری زمین کو اس نے یکساں بنا کر نہیں رکھ دیا ہے بلکہ اس میں بے شمار خطے پیدا کر دیے ہیں جو متصل ہونے کے باوجود دو شکل میں، رنگ میں، مادہ ترکیب میں، خاصیتوں میں، قوتوں اور صلاحیتوں میں، پیدا اور اور کیمیا وی یا معدنی خزانوں میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ ان مختلف خطوں کی پیدائش اور ان کے اندر طرح طرح کے اختلافات کی موجودگی اپنے اندر اتنی حکمتیں اور مصلحتیں رکھتی ہے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ دوسری خلائق سے قطع نظر، صرف ایک انسان ہی کے مفاد کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کی مختلف اغراض و مصالح اور زمین کے ان خطوں کی گوناگونی کے درمیان جو مناسبتیں اور مطابقتیں پائی جاتی ہیں، اور ان کی بدولت انسانی تمدن کو پھلنے پھولنے کے جو موقع بہم پہنچے ہیں، وہ یقیناً کسی حکیم کی فکر اور اس کے سوچے سمجھے منصوبے اور اس کے داشمندانہ ارادے کا نتیجہ ہیں۔ اُسے محض ایک اتفاقی حادثہ قرار دینے کے لیے بڑی ہٹ دھری درکار ہے۔

[۱۰] کھجور کے درختوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی جڑ سے ایک ہی تناکلتا ہے اور بعض میں ایک جڑ سے دو یا یادہ تنے نکلتے ہیں۔

[۱۱] اس آیت میں اللہ کی توحید اور اس کی قدرت و حکمت کے نشانات دکھانے کے علاوہ ایک اور حقیقت کی طرف بھی اطیف اشارہ کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں کہیں بھی یکسانی نہیں رکھی ہے۔ ایک ہی زمین ہے، مگر اس کے قطعے اپنے اپنے رنگوں، شکلوں اور خاصیتوں میں جدا ہیں۔ ایک ہی زمین اور ایک ہی پانی ہے مگر اس سے طرح طرح کے غلے اور پھل پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک ہی درخت ہے اور اس کا ہر پھل دوسرے پھل سے نوعیت میں متعدد ہونے کے باوجود شکل اور جسامت اور دوسری خصوصیات میں مختلف ہے۔ ایک ہی جڑ ہے اور اس سے دو الگ تنے نکلتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی الگ انفرادی خصوصیات رکھتا ہے۔ ان باتوں پر جو شخص غور کرے گا وہ کبھی یہ دیکھ کر پریشان نہ ہوگا کہ انسانی طبائع اور میلانات اور مزاجوں میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ آگے

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبْ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا مُّرَأَءِيَ الْفَيْ خَلِقْ
جَدِيدِهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ الْأَغْلُلُ
فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ۝
وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِمُ الْمُشْكُلَاتُ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلَّتَّا إِسْ عَلَىٰ طَلْبِهِمْ ۝

اب اگر تمہیں تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ ”جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟“ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے۔ [۱۲] یہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں۔ [۱۳] یہ جنمی ہیں اور جنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ بھلانی سے پہلے برائی کے لیے جلدی چار ہے ہیں [۱۴] حالانکہ ان سے پہلے (جو لوگ اس روشن پر چلے ہیں ان پر خدا کے عذاب کی) عبرت ناک مثالیں گزر چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرارب لوگوں کی زیادتوں کے باوجود ان کے ساتھ چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔

چل کر اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے، اگر اللہ چاہتا تو سب انسانوں کو یکساں بنا سکتا تھا، مگر جس حکمت پر اللہ نے اس کا ناتا کو پیدا کیا ہے وہ یکسانی کی نہیں بلکہ تنوع اور رنگارنگی کی مقاضی ہے۔ سب کو یکساں بنادینے کے بعد تو یہ سارا ہنگامہ وجود ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ [۱۵] یعنی ان کا آخرت سے انکار دراصل خدا سے اور اس کی قدرت اور حکمت سے انکار ہے۔ یہ صرف اتنا ہی نہیں کہتے کہ ہمارا منشی میں مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا غیر ممکن ہے، بلکہ ان کے اسی قول میں یہ خیال بھی پوشیدہ ہے کہ معاذ اللہ وہ خدا عجز و درمان نہ ہے اور نادان و بے خرو ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

[۱۶] گردن میں طوق پڑا ہونا قیدی ہونے کی علامت ہے۔ ان لوگوں کی گردنوں میں طوق پڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت کے، اپنی ہستہ و ہری کے، اپنی خواہشات نفس کے، اور اپنے آبا و اجداد کی اندھی تقیید کے اسیرنے ہوئے ہیں۔ یہ آزادانہ غور و فکر نہیں کر سکتے۔ انھیں ان کے تعصبات نے ایسا جذڑ رکھا ہے کہ یہ آخرت کو نہیں مان سکتے اگرچہ اس کا ماننا سارا سر معقول ہے، اور انکار آخرت پر چھے ہوئے ہیں اگرچہ وہ سراسرنا معقول ہے۔

[۱۷] کفار مکہ نبی ﷺ سے کہتے تھے کہ اگر تم واقعی نبی ہو اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم نے تم کو جھٹا دیا ہے تو اب آخہ ہم پر وہ عذاب آ کیوں نہیں جاتا جس کی تم بھیں دھمکیاں دیتے ہو؟ اس کے آنے میں خواہ تو اور یہ کیوں لگ رہی ہے؟ کبھی وہ چیزیں کہتے کہ ”رَبَّنَا عَجَّلَ لِّنَا قِطْنًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ“ خدا یا ہمارا حساب تو ابھی کر دے، قیامت پر نہ اخخار کر۔“ اور کبھی کہتے ہیں کہ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطِرْ عَلَيْنَا حِجَّارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ اقْتَبِسْ بَعْدَابَ إِلَيْمٍ“ خدا یا اگر یہ باتیں جو محمد پیش کر رہے ہیں حق ہیں اور تیری ہی طرف سے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر بر سایا کوئی اور دردناک عذاب نازل کر دے۔“ اس آیت میں کفار کی انہی باتوں کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ نادان نیز سے پہلے شر مانگتے ہیں، اللہ کی طرف سے ان کو سنبھلنے کے لیے جو مہلت دی جا رہی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس مہلت کو جلدی ختم کر دیا جائے۔ اور ان کی باغیانہ روشن پر فوراً گرفت کر دی جائے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۖ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَوْلَا أُنْزَلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ ۖ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلَكُلٌّ
عِ قَوْمٍ هَادِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ ۗ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغْيِضُ
الْأَرْحَامُ وَمَا تَزَدَّدُ ۗ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ يُمْقَدَّرٌ ۖ عِلْمُ الْغَيْبِ

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تیرارب سخت سزادینے والا ہے۔ یہ لوگ جنہوں نے تمہاری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ ”اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟“ [۱۵] — تم تو محض خبردار کر دینے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک رہنماء ہے۔ [۱۶]

اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے۔ جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ [۱۷] ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔ وہ پوشیدہ

[۱۵] نشانی سے ان کی مراد ایسی نشانی تھی جسے دیکھ کر ان کو یقین آجائے کہ محمد ﷺ کے رسول ہیں۔ وہ آپ کی بات کو اس کی حقانیت کے دلائل سے سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ آپ کی سیرت پاک سے سبق لینے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس زبردست اخلاقی انقلاب سے بھی کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے تیار نہ تھے جو آپ کی تعلیم کے اثر سے آپ کے صحابہ کی زندگیوں میں رونما ہو رہا تھا۔ وہ ان معقول دلائل پر بھی غور کرنے کے لیے تیار نہ تھے جو ان کے مشرکانہ مذہب اور ان کے اوہاں جاہلیت کی غلطیاں واضح کرنے کے لیے قرآن میں پیش کیے جا رہے تھے۔ ان سب چیزوں کو چھوڑ کر وہ چاہتے تھے کہ انھیں کوئی کرشمہ دکھایا جائے جس کے معیار پر وہ محمد ﷺ کی رسالت کو جانچ سکیں۔

[۱۶] یہ ان کے مطلبے کا مختصر سایحہ ہے جو برادر است ان کو دینے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو خطاب کر کے دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی، تم اس فکر میں نہ پڑو کہ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے آخر کون سا کرشمہ دکھایا جائے۔ تمہارا کام ہر ایک کو مطمئن کر دینا نہیں ہے۔ تمہارا کام تو صرف یہ ہے کہ خواب غفلت میں سوئے ہوئے لوگوں کو چونکا دو اور ان کو غلط روی کے برے انجام سے خبردار کر دو۔ یہ خدمت ہم نے ہر زمانے میں ہر قوم میں، ایک نہ ایک ہادی مقرر کر کے لیے ہے۔ اب تم سے بھی خدمت لے رہے ہیں۔ اس کے بعد جس کا جی چاہے آنکھیں کھولے اور جس کا جی چاہے غفلت میں پڑا رہے۔ یہ مختصر جواب دے کر اللہ تعالیٰ ان کے مطلبے کی طرف سے رخ پھیر لیتا ہے اور ان کو متنبہ کرتا ہے کہ تم کسی اندھیر نگری میں نہیں رہتے ہو جہاں کسی چوپٹ راجہ کا راج ہو۔ تمہارا اوسط ایک ایسے خدا سے ہے جو تم میں سے ایک ایک شخص کو اس وقت سے جانتا ہے جب کہ تم اپنی ماوں کے پیٹ میں بن رہے تھے، اور زندگی بھر تمہاری ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ اس کے ہاں تمہاری قسمتوں کا فصلہ تھیسہ عدل کے ساتھ تمہارے اوصاف کے لحاظ سے ہوتا ہے، اور زمین و آسمان میں کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکے۔

[۱۷] اس سے مراد یہ ہے کہ ماوں کے رحم میں بچے کے اعضاء، اس کی قوتیں اور قابلیتوں، اور اس کی صلاحیتوں اور استعدادوں میں جو کچھ کمی یا زیادتی ہوتی ہے، اللہ کی برادر است نگرانی میں ہوتی ہے۔

وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ ۖ ۗ سَوَاءٌ إِنْ كُمْ مَنْ أَسْرَ الْقَوْلَ
وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخِفٌ بِالْيَنِيلِ وَسَارِبٌ بِالثَّهَارِ ۚ ۗ
لَهُ مُعَقِّبٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ
مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
بِأَنفُسِهِمْ ۖ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءً فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۖ ۗ وَمَا
لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالِّ ۚ ۗ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا
وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ التِّقَالَ ۚ ۗ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ ۚ ۗ

اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ، اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں جل رہا ہو، اس کے لیے سب یکساں ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں [۱۸]۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹائے نہیں مل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے [۱۹]۔

وہی ہے جو تمہارے سامنے بجلیاں چکاتا ہے جنہیں دیکھ کر تمہیں اندیشے بھی لاحق ہوتے ہیں اور امیدیں بھی بندھتی ہیں۔ وہی ہے جو پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتا ہے۔ بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے [۲۰]۔

[۱۸] یعنی بات صرف اتنی نہیں ہے کہ اللہ ہر شخص کو ہر حال میں براہ راست خود دیکھ رہا ہے اور اس کی تمام حرکات و مکانات سے واقف ہے، بلکہ مزید برآں اللہ کے مقرر کیے ہوئے نگران کا زبھی ہر شخص کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اس کے پورے کارنامہ زندگی کا ریکارڈ محفوظ کرتے جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ایسے خدا کی خدائی میں جو لوگ یہ سمجھتے ہوئے زندگی بس کرتے ہیں کہ انہیں شترے مہارکی طرح زمین پر چھوڑ دیا گیا ہے اور کوئی نہیں جس کے سامنے وہ اپنے نامہ اعمال کے لیے جواب دہ ہوں، وہ دراصل اپنی شامت آپ بلا تے ہیں۔

[۱۹] یعنی اس غلط فہمی میں بھی نہ رہو کہ اللہ کے ہاں کوئی پیر یا فقیر، یا کوئی اگلا بچھلا بزرگ، یا کوئی جن یا فرشتہ ایسا زور آور ہے کہ تم خواہ کچھ ہی کرتے رہو، وہ تمہاری نذریوں اور نیازوں کی رشتہ لے کر تمہیں تمہارے برے اعمال کی پاداش سے بچا لے گا۔

[۲۰] یعنی بادلوں کی گرج یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس خدا نے یہ ہوا میں چلائیں، یہ بھاپیں اٹھائیں، یہ کثیف بادل جمع کیے، اس بجلی کو بارش کا ذریعہ بنایا اور اس طرح زمین کی مخلوقات کے لیے پانی کی بھرم رسانی کا انتظام کیا، وہ سبوح و قدوس ہے، اپنی حکمت اور قدرت میں کامل ہے، اپنی صفات میں بے عیب ہے، اور اپنی خدائی میں لا اشیریک ہے۔ جانوروں کی طرح سننے والے تو ان بادلوں میں صرف گرج کی آواز ہی سنتے ہیں۔ مگر جو ہوش کے کان رکھتے ہیں وہ بادلوں کی زبان سے توحید کا یہ اعلان سنتے ہیں۔

وَالْمُلِئَكَةُ مِنْ حَيْقَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا
مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمَحَالِ^[١]
لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ
لَهُمْ يُشَيَّعُ إِلَّا كَبَاسِطٌ كَفِيهِ إِلَى الْهَاءِ لِيَبْلُغَ فَآهُ وَمَا هُوَ
بِالْغَيْرِ وَمَا دُعَاءُ الْكُفَّارِ إِلَّا فِي ضَلَالٍ^[٢] وَلِلَّهِ يَسْجُدُ
مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَّهُمْ بِالْغُدُوٍّ

اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔^[۲۱] وہ کڑتی ہوئی، بھلیوں کو بھیجا ہے اور (بس اوقات) انھیں جس پر چاہتا ہے عین اس حالت میں گرداتا ہے جب کہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ فی الواقع اس کی چال بڑی زبردست ہے۔^[۲۲]

اسی کو پکارنا بحق ہے۔^[۲۳] ار ہیں وہ دوسرا ہستیاں جنمیں اس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ ان کی دعاوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ انھیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا، حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیرے ہدف! وہ تو اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرہاً سجدہ کر رہی ہے۔^[۲۴] اور سب چیزوں کے سامنے صبح و شام اس کے

[۲۱] فرشتوں کے جمال خداوندی سے لرزنے اور تسبیح کرنے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ یہاں اس لیے کیا کہ مشرکین ہر زمانے میں فرشتوں کو دیوتا اور معبود قرار دیتے رہے ہیں اور ان کا یہ مگان رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی خدائی میں شریک ہیں۔ اس غلط خیال کی تردید کے لیے فرمایا گیا کہ وہ اقتدار اعلیٰ میں خدا کے شریک نہیں ہیں بلکہ فرمائیں ہیں اور اپنے آقا کے جلال سے کامیت ہوئے اس کی تسبیح کر رہے ہیں۔

[۲۲] یعنی اس کے پاس بے شمار ہے ہیں اور وہ جس وقت جس کے خلاف جس حرబے سے چاہے ایسے طریقے سے کام لے سکتا ہے کہ چوت پڑنے سے ایک لمحہ پہلے بھی اسے خبر نہیں ہوتی کہ کہھر سے کب چوت پڑنے والی ہے۔ ایسی قادر مطلق ہستی کے بارے میں یوں بے سوچ سمجھ جو لوگ الٰہی سیدھی باتمی کرتے ہیں انھیں کون عقل مند کہہ سکتا ہے۔

[۲۳] پکارنے سے مراد اپنی حاجتوں میں مدد کے لیے پکارنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حاجت روائی و مشکل کشائی کے سارے اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں، اس لیے صرف اسی سے دعائیں مانگنا برق ہے۔

[۲۴] سجدے سے مراد اطاعت میں جھکنا، حکم بجالانا اور سرتاسری خم کرنا ہے۔ زمین و آسمان کی ہر خلوق اس معنی میں اللہ کو جدہ کر رہی ہے کہ وہ اس کے قانون کی مطیع ہے اور اس کی مشیت سے بال بر رکھی سرتائبی نہیں کر سکتی۔ مومن اس کے آگے برضاء و غبہ جھکتا ہے تو کافر کو مجبوراً جھکنا پڑتا ہے، کیونکہ خدا کے قانون فطرت سے ہٹنا اس کی مقدرات سے باہر ہے۔

وَالْأَصَالِ الْتَّجْدِيدَ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طُقْ لِلَّهِ طِئْ
 قُلْ أَفَأَنْتَ خَذَلْتُمْ مَنْ دُونِهِ أَوْلَيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لَا نَفْسٍ هُمْ
 نَفْعًا وَلَا ضَرًّا طُقْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرَةُ لَا أَمْ
 هَلْ يَسْتَوِي الظَّلَمُ وَالنُّورُ حَمْ أَمْ جَعَلُوا اللَّهَ شُرَكَاءَ

آگے جھکتے ہیں [۲۵]

[۲۶] ان سے پوچھو، آسمان و زمین کا رب کون ہے؟ کہو، اللہ [۲۶] پھر ان سے کہو کہ جب حقیقت یہ ہے تو کیا تم نے اسے چھوڑ کر ایسے معبدوں کو اپنا کار ساز ٹھیرا لیا جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع و فرمان کا اختیار نہیں رکھتے؟ کہو، کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوا کرتا ہے؟ [۲۷] کیا روشنی اور تاریکیاں یکساں ہوتی ہیں؟ [۲۸] اور اگر ایسا نہیں تو کیا ان کے ٹھیرائے

[۲۵] سایوں کے بحمدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اشیاء کے سایوں کا صبح و شام مغرب اور مشرق کی طرف گزنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ سب چیزوں کی امریکی مطیع اور کسی کے قانون سے مخفر ہیں۔

[۲۶] واضح رہے کہ وہ لوگ خود اس بات کے قائل تھے کہ زمین و آسمان کا رب اللہ ہے۔ وہ اس سوال کا جواب انکار کی صورت میں نہیں دے سکتے تھے، کیونکہ یہ انکار خود ان کے اپنے عقیدے کے خلاف تھا۔ لیکن نبی ﷺ کے پوچھنے پر وہ اقرار کی صورت میں بھی اس کا جواب دینے سے کتراتے تھے، کیونکہ اقرار کے بعد تو حید کا ماننا لازم آ جاتا تھا اور شرک کے لیے کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی تھی۔ اس لیے اپنے موقف کی کمزوری محسوس کر کے وہ اس سوال کے جواب میں چپ سادہ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جملہ جملہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ان سے پوچھو ہوئے میں و آسمان کا خالق کون ہے؟ کائنات کا رب کون ہے؟ تم کو رزق دینے والا کون ہے؟ پھر حکم دیتا ہے کہ تم خود کو کہ اللہ، اور اس کے بعد یوں استدلال کرتا ہے کہ جب یہ سارے کام اللہ کے ہیں تو آخر یہ دوسرے کوں ہیں جن کی تم بندگی کیے جا رہے ہو؟

[۲۷] اندھے سے مراد وہ شخص ہے جس کے آگے کائنات میں ہر طرف اللہ کی وحدانیت کے آثار و شواہد پھیلے ہوئے ہیں مگر وہ ان میں سے کسی چیز کو بھی نہیں دیکھ رہا ہے۔ اور آنکھوں والے سے مراد وہ ہے جس کے لیے کائنات کے ذرے ذرے اور پتے پتے میں معرفت کردار کے دفتر کھلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ عقل کے انہو! اگر تمہیں کچھ نہیں سوچتا تو آخوند پشم بینا رکھنے والا اپنی آنکھیں کیسے پھوڑ لے؟ جو شخص حقیقت کو آشکار دیکھ رہا ہے اس کے لیے کس طرح ممکن ہے کہ وہ تم بے بصیرت لوگوں کی طرح ٹھوکریں کھاتا پھرے؟

[۲۸] روشنی سے مراد علم حق کی وہ روشنی ہے جو نبی ﷺ اور آپ کے تبعین کو حاصل تھی۔ اور تاریکیوں سے مراد جہالت کی وہ تاریکیاں ہیں جن میں منکرین بھنک رہے تھے۔ سوال کا مطلب یہ ہے کہ جس کو روشنی مل چکی ہے وہ کس طرح اپنی شمع بچا کر اندھیروں میں محو کریں کھانا قبول کر سکتا ہے؟ تم اگر نور کے قدر شناس نہیں ہو تو نہ سہی۔ لیکن جس نے اسے پالیا ہے، جو نور و ظلمت کے فرق کو جان چکا ہے، جو دن کے اجائے میں سیدھا راستہ صاف دیکھ رہا ہے، وہ روشنی کو چھوڑ کر تاریکیوں میں بھکتے پھرنے کے لیے کیسے آمادہ ہو سکتا ہے؟

**خَلَقُوا كَخَلِقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۝ قُلِ اللَّهُ خَالِقٌ
كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَا
فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ يُقَدَّرُهَا فَأَحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَأْيَاتٍ
وَمِمَّا يُوْقِدُونَ عَلَيْهِ فِي التَّارِيْخِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ
زَبَدٌ مِثْلُهُ طَكْذِلَكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ۝**

ہوئے شریکوں نے بھی اللہ کی طرح کچھ پیدا کیا ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہو گیا؟ [۲۹] — کہو،
ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا ہے، سب پر غالب! [۳۰]

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا۔ پھر جب سیالب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئے [۳۱] اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی اٹھتے ہیں جنہیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے لوگ پکھلا�ا کرتے ہیں [۳۲] اسی مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملہ کو واضح کرتا ہے۔

[۲۹] اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا میں کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہوتیں اور کچھ دوسروں نے، اور یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا کہ خدا کا تخلیقی کام کون سا ہے اور دوسروں کا کون سا، تب تو واقعی شرک کے لیے کوئی معقول بنیاد ہو سکتی تھی۔ لیکن جب یہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ ان کے معبدوں میں سے کسی نے ایک تنکا اور ایک بال تک پیدا نہیں کیا ہے، اور جب انہیں خود تسلیم ہے کہ خلق میں ان جعلی خداوں کا ذرہ برا بر بھی کوئی حصہ نہیں ہے، تو پھر یہ جعلی معبد خالق کے اختیارات اور اس کے حقوق میں آخر کس بنا پر شریک ٹھیک رہیے گئے؟

[۳۰] اصل میں لفظ قہار استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ”وَهَسْتِيْ جو اپنے زور سے سب پر حکم چلانے اور سب کو مغلوب کر کے رکھے۔“ یہ بات کہ ”اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے“، مشرکین کی اپنی تسلیم کردہ حقیقت ہے جس سے انہیں بھی انکار نہ تھا۔ اور یہ بات کہ ”وَهَسْتِيْ یکتا اور قہار ہے“، اس تسلیم شدہ حقیقت کا لازمی تیجھے ہے جس سے انکار کرنا، پہلی حقیقت کو مان لینے کے بعد، کسی صاحب عقل کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ جو ہر چیز کا خالق ہے، وہ لامحالہ یکتا و یگانہ ہے، کیونکہ دوسری جو چیز بھی ہے وہ اسی کی خلوق ہے، پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مخلوق اپنے خالق کی ذات یا صفات، یا اختیارات، یا حقوق میں اس کی شریک ہو؟ اسی طرح وہ لامحالہ قہار بھی ہے، کیونکہ مخلوق کا اپنے خالق سے مغلوب ہو کر رہنا عین تصور مخلوقیت میں شامل ہے۔ غلبہ کامل اگر خالق کو حاصل نہ ہو تو وہ خلق ہی کیسے کر سکتا ہے۔ پس جو شخص اللہ کو خالق مانتا ہوا س کے لیے ان دو خالص عقلی و منطقی تیجھوں سے انکار کرنا ممکن نہیں رہتا، اور اس کے بعد یہ بات سراسر غیر معقول ٹھیک رہی ہے کہ کوئی شخص خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی کرے اور غالب کو چھوڑ کر مغلوب کو مشکل کشائی کے لیے پکارے۔

[۳۱] اس تمثیل میں اس علم کو جو نبی ﷺ پر وحی کے ذریعے سے نازل کیا گیا تھا، آسمانی بارش سے تشیید دی گئی ہے۔ اور ایمان لانے والے سلیم الفطرت لوگوں کو ان ندی نالوں کے مانند ٹھیک رایا گیا ہے جو اپنے اپنے ظرف کے مطابق باران رحمت سے بھر پور ہو کر روای دواں ہو جاتے ہیں۔ اور اس ہنگامہ و شورش کو جو تحریک اسلامی کے خلاف مکرین و مخالفین نے برپا کر کی تھی اس جھاگ اور اس خس و خاشاک سے تشیید دی گئی ہے جو ہمیشہ سیالب کے اٹھتے ہی سطح پر اپنی اچھل کو دکھانی شروع کر دیتا ہے۔

[۳۲] یعنی بھی جس کام کے لیے گرم کی جاتی ہے وہ تو ہے خالص دھات کو تپا کر کار آمد بنانا۔ مگر یہ کام جب بھی کیا جاتا ہے میں